INTERNATIONAL PREMIER JOURNAL OF LANGUAGES & LITERATURE (IPJLL)
VOLUME 4, ISSUE 3 (SI), 2026 p-ISSN: 3007-2336 e-ISSN: 3007-2344

عنوان مقالہ: مکتوب نگاری کے آئینے میں اقبال کی شخصیت و فکر

خوشنود احمد خان — پی ایچ ڈی اسکالر، شعبہ اقبالیات، دی اسلامیہ یونیورسٹی آف بہاول پور

ڈاکٹر ارم صبا — اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اقبال سٹڈیز، دی اسلامیہ یونیورسٹی آف بہاول پور

Abstract

Simplicity is a fundamental element of Allama Muhammad Iqbal's prose, regardless of the nature of the correspondence. His letters are entirely free from confusion, complexity, or obscurity. In terms of style, a notable quality of Iqbal's letters is that, despite the diverse range of expressions, a consistent thread of simplicity and impactfulness remains ever-present. Consequently, much like his poetry and literary works, Iqbal's letters are imbued with charm, delight, and profound philosophy and wisdom. Through these letters, one can not only gain insight into his personality, character, intellectual and artistic vision, and philosophy, but also catch glimpses of the various facets of his life and examine his ideological thought.

Keywords: *Impactfulnes, Iqbal, Letters, Personality, Philosophy, Simplicity, Style, Variety.*

Corresponding Author: خوشنود احمد خان (پی ایچ ڈی اسکالر، شعبہ اقبالیات، دی اسلامیہ یونیورسٹی آف بہاول پور)

علامہ محمد اقبال ہمہ گیر شخصیت کے مالک تھے. ان کا حلقہ احباب اور دائرہ مقبولیت کافی بڑا تھا جن میں حاکم ریاست سے لے کر ذاتی ملازم تک سینکڑوں کی تعداد میں مکتوب الیہم کے نام فہرست میں شامل ہیں۔ ڈیڑھ ہزار کے لگ بھگ ان کے مختلف زبانوں میں لکھے گئے مکاتیب اب تک منظرِ عام پر آچکے ہیں۔ اقبال کی ادبی حیات کا عرصہ تقریباً چالیس برس سے زیادہ تک پھیلا ہوا تھا لہٰذا ان کے لکھے گئے مکاتیب کی تعداد اس سے کہیں زیادہ ہے جن میں سے کئی زیادہ ضائع ہو چکے ہیں اور کچھ اب تک ایسے بھی ہیں جو کسی بند کونے میں پڑے ہوں گے اور ابھی تک دریافت نہیں ہو سکے۔ بد قسمتی سے علامہ اقبال کی زندگی میں ان کے مکاتیب کا کوئی بھی مجموعہ الگ سے نہیں چھپ سکا۔ البتہ ان کے چند مکاتیب سب سے پہلے خواجہ حسن نظامی نے اپنی کتاب ''اتالیق خطوط نویسی'' میں شائع کیے۔ علامہ اقبال بطور مفکر قوم اور عظیم شاعر بیسویں صدی کے مقبول ترین شخصیت کے مالک بن چکے تھے۔ اس لیے اب یہ کیسے نہ ہو سکتا تھا کہ ان کے مکاتیب نہ چھپتے۔ بقول رفیع الدین ہاشمی:

''ان کے خطوط کی اشاعت دنیائے ادب کے لیے باعث افادیت اور ذخیرہ اقبالیات میں بیش بہا اضافے کی حیثیت رکھتی ہے۔''(1)

اقبال کی زندگی کے بہت سارے حالات و واقعات ان مکاتیب میں پائے جاتے ہیں۔ جب کہ بہت سے ایسے پہلوؤں کو اجاگر کرتے ہیں جو سوانح نگاروں کی آنکھوں سے اوجھل رہے اور کسی دوسری جگہ ان مکاتیب کا ریکارڈ بھی دستیاب نہیں۔ غالب کے مکاتیب کے متعلق مولانا غلام رسول مہر نے کہا تھا کہ غالب کے مکاتیب میں غالب کی زندگی کا ہر ایک لمحہ ملتا ہے۔ لہٰذا ان کو منظم و مرتب کر کے حیات غالب پر عمدہ سوانح عمری لکھی جا سکتی ہے۔ بالکل ایسے ہی یہ رائے مکاتیب اقبال کے متعلق بھی دی جا سکتی ہے کیونکہ اقبال کی سوانح عمری ترتیب دینے کے لیے ان مکاتیب میں نہ صرف مستند اور ٹھوس مواد دستیاب ہے بلکہ اقبال کی دلکش شخصیت، فلسفہ، شاعری اور نفسیات کے کئی دلچسپ حقائق اور حالات کا بھی تذکرہ ان میں پایا جاتا ہے۔ معمولاتِ حیات کے معاملہ میں اقبال نہ تو زیادہ مستعدی اور نہ ہی باقاعدگی سے کام لیتے تھے۔ بے جا پابندیوں اور ضابطوں کو پسند نہ کرتے تھے۔ جب وہ گورنمنٹ کالج لاہور میں طالب علم تھے اور ان کا قیام ہوسٹل میں تھا تو بی۔اے کلاس کے طالب علم ہونے کی بنا پر انہیں علیحدہ کمرہ الاٹ ہوا تھا۔ اس کمرہ میں فرشی نشست جما کرتی، حقہ کا انتظام ہوتا اور طویل وقت گپ شپ میں گزرتا۔ اس کمرے کے میر مجلس اقبال ہوتے تھے۔ ان مجلسوں کے چشم دید گواہ سید غلام بھیک نیرنگ لکھتے ہیں:

''اقبال کی طبیعت میں اسی وقت سے ایک گونہ قطبیت تھی اور وہ قطب از جانمی جنبد کا مصداق تھے۔''(2)

کپڑوں کے سلسلے میں اقبال کی طبیعت بڑی سادہ تھی۔ اکثر گھر میں تہمد (دھوتی) کا استعمال کرتے تھے اور اگر کہیں جانا پڑ جاتا تو طبیعت پر گراں گزرتا۔ ان کے مزاج میں بے قاعدگی، سستی، لاپرواہی اور کاہلی کا عنصر نمایاں پایا جاتا تھا۔ شیخ عبدالقادر اس سلسلہ میں کہتے ہیں:

''اقبال کے ہم نشین جن میں، میں بھی شامل تھا کبھی کبھی ان کو ''قطب از جانمی جنبد'' کہہ کر چھیڑا کرتے تھے کیونکہ وہ نقل و حرکت کے معاملے میں بہت تساہل برتا کرتے تھے۔''(3)

لیکن ان اوصافِ طبع کی موجودگی ہونے کے باوجود بھی مکاتیب کا باقاعدگی سے جواب تحریر کرنا ان کی درویشانہ طبیعت کا اک شاخسانہ ہے۔ چونکہ دین میں جوابی سلام کہنا اور جوابی مکتوب تحریر کرنا مذہبی و اسلامی اور اخلاقی فریضہ ہے اسی لیے اقبال کی نظر میں جوابی مکتوب لکھنا نہ صرف اسلامی بلکہ اخلاقی طور پر بھی کسی فریضہ کے ادا کرنے سے کم نہیں تھا۔ باقاعدگی اور تسلسل اقبال کے جوابی مکاتیب کا خوبصورت پہلو تھا۔ طبعی احساسات و جذبات اور رجحانات انسانی زندگی کے ہر پہلو میں کہیں نہ کہیں کسی بھی طرح سے اور کسی نہ کسی حد تک داخل ہوتے ہیں۔ لہٰذا علامہ اقبال کی مکتوب نگاری میں تسلسل اور باقاعدگی کا عنصر ایک شاندار احساسِ ذمہ

داری ہونے کے باوجود بھی ان کی دلی کیفیت، بے نیازی اور سہل پسندی کی عادت سے نہیں بچ سکا۔ مکتوب میں اختصار اسی شاخسانے کا نتیجہ ہے۔ کبھی مکتوب پر تاریخ درج کر دی، کبھی یاد نہ رہا، اگر یاد آگیا تو مکتوب کے آخر میں درج کر دی، کبھی بغیر تاریخ لکھے مکتوب ارسال کر دیا، کبھی تاریخ اور ماہ درج کر دیا اور سال نہ لکھا، کبھی تحریر ختم کرنے کے چکر میں جلدی میں مکمل الفاظ نہ لکھ پائے یا چھوٹ گئے۔ کبھی مکتوب لکھنا شروع کیا تو طبیعت اکتانے پر "زیادہ کیا عرض کروں" اس قسم کا فقرہ تحریر کر کے مکتوب ختم کر دیا۔ لیکن جوابی مکتوب لکھنے کی ذمہ داری فرض شناسی سے نبھائی۔ 9 نومبر 1911ء کو اکبر الٰہ آبادی کے نام مکتوب میں تحریر کرتے ہیں:

"کئی دفعہ ارادہ کیا ہے کہ آپ کی خدمت میں استدعا کروں کہ خط ذرا لمبا لکھا کیجیے مگر میں خود لمبا خط لکھنے سے گھبراتا ہوں پھر میرا کوئی حق نہیں کہ آپ کو لمبا خط لکھنے کی زحمت دوں۔"(4)

یعنی لمبا مکتوب تحریر کرنا اقبال کے لیے باعث تکلیف عمل تھا اور اکثر و بیشتر وہ اس تکلیف سے گریز کرتے تھے بلکہ بعض دفعہ تو یہ تکلیف اٹھانے کی کوشش بھی نہیں کرتے تھے۔ 12 مئی 1937ء کو قاضی نذیر احمد کو اپنے لکھے گئے ایک مکتوب میں تحریر کرتے ہیں:

"دوسرے سوال کا جواب بہت طویل ہے مگر افسوس کہ طویل خط لکھنے کی نہ ہمت ہے نہ خواہش۔"(5)

اسی طرح طویل مکتوب تحریر کرنے سے معذرت کرتے ہوئے اقبال اپنے ایک اور مکتوب میں لکھتے ہیں:

"آپ کے خط کا جواب حقیقت میں طویل ہے لیکن افسوس کہ میں طویل خط لکھنا تو درکنار معمولی خط و کتابت سے بھی قاصر ہوں۔"(6)

تساہل پسند مزاج اور طبعی سہل نگاری کے باوجود بھی اقبال جیسے آزاد منش شخص نے کثرت سے مکاتیب تحریر کیے اور ایک بڑا مکاتیب کا خزانہ اکٹھا کیا۔ پہلی فرصت میں عین فرض سمجھتے ہوئے اقبال مکاتیب کا جواب دیتے۔ اس سلسلہ میں شیخ اعجاز احمد کہتے ہیں:

"نقل و حرکت کے معاملہ میں چچا جان "زمین جنبد نہ جنبد گل محمد" واقع ہوئے تھے لیکن خط و کتابت میں بڑے مستعد تھے۔ ان کے نام خاصی تعداد میں خطوط موصول ہوتے۔ خطوط کسی عزیز کا ہو یا دوست کا کسی واقف کا ہو یا ناواقف کا وہ پہلی فرصت میں اپنے ہاتھ سے جواب لکھتے۔"(7)

اقبال ہمیشہ خط کا جواب دینے میں تاخیر نہ کرتے۔ اگر طبیعت میں خرابی ہو گئی تو کبھی تاخیر ہو جائے ورنہ زیادہ تر مکتوب نگار کو جوابی مکتوب کا زیادہ انتظار نہ کرنا پڑتا۔ اقبال کے جو مکاتیب عام طور پر تفصیلی ہیں وہ یا تو پرائیویٹ ہیں یا قطعی نجی ہیں یا ان کی نوعیت بالکل معمولی ہے اور ان مکاتیب کا عنوان اجتماعی دلچسپی کے امور کے متعلق ہے یا علمی معاملات کے متعلق ہے۔ ان مکاتیب میں سے اولین قسم عطیہ فیضی کے نام لکھے گئے مکاتیب ہیں جو قطعی ذاتی نوعیت کے ہیں کیونکہ اقبال نے ایسے ذاتی اور دلچسپ نوعیت کے خیالات کا اظہار اپنے کسی اور مکتوب الیہ کے ساتھ ظاہر نہیں کیا۔ اپنے ایک مکتوب میں 9 اپریل 1909ء کو عطیہ فیضی کو تحریر کرتے ہیں:

"آپ میرے بارے میں سب کچھ جانتی ہیں اور اسی وجہ سے میں نے اپنے خیالات کو الفاظ کا جامہ پہنانے کی جرات کی ہے۔ یہ راز کی بات ہے براہِ کرم کسی سے کہیے گا نہیں۔"(8)

قطعی ذاتی اور دلچسپ نوعیت کے یہ مکاتیب اقبال کی زندگی کے ایک مخصوص دور میں ان کے ذہن اور نفسیات کی صحیح عکاسی کرتے ہیں اور یہ وہی دور ہے جس میں بعض دفعہ اقبال حسرت و حرماں نصیبی کے کٹھن مراحل سے گزر رہے تھے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جذبات میں اس قدر شدت پیدا ہو

چکی تھی جس کی وجہ سے قلبی جذبات و کیفیت کو الفاظ کی لڑی میں پرو یا نہیں جا رہا تھا۔ کچھ اور نہیں بن پا رہا تو اقبال خود پر ہنستے ہوئے اپنے آپ پر ہی یہ شعر کہہ دیتے ہیں:

اقبال بھی اقبال سے آگاہ نہیں ہے:
کچھ اس میں تمسخر نہیں، واللہ نہیں ہے(9)

یہ مکاتیب بناوٹی نہیں ہیں لیکن تلخی ضرور ان مکاتیب میں پائی جاتی ہے۔ ان مکاتیب میں اقبال کا کھرا پن، صاف گوئی، سادہ دلی اور پر خلوص محبت کا اظہار موجود ہے۔ ان مکاتیب کا ذخیرہ اقبال کے مکاتیب میں اس لیے بھی زیادہ اہمیت کا حامل ہے کہ اقبال کے ایسے جذبات و احساسات اور ذہنی اتار چڑھاؤ کا بخوبی اندازہ ان مکاتیب سے لگایا جا سکتا ہے جن کے متعلق اقبال نے اپنے محبوب ترین دوستوں اور احباب سے بھی ذکر نہیں کیا۔

مکاتیب اقبال کی دوسری قسم مکاتیب مفصل ہے۔ ان مکاتیب میں اقبال کے کچھ علمی مباحث و نکات پائے جاتے ہیں۔ افکار و نظریات اور اپنے اشعار کی تشریح اور ان پر اعتراضات کا جواب بھی ملتا ہے۔ بعض جگہوں پر اقبال نے اپنے علمی و ادبی افکار، تعلیمی پالیسیوں اور منصوبوں کی وضاحت بیان کی ہے۔ بعض ایسے معاملات پر اپنی رائے کا اظہار کیا ہے جن کا تعلق یا تو مکتوب نگار کی شخصیت سے ہے یا ملک و قوم یا مجموعی معاشرتی مسائل سے ہے۔ اقبال کا کلام پڑھ کر ہم شاعر مشرق کی عظیم شخصیت سے متعارف ہوتے ہیں تو اقبال کے مکاتیب کا مطالعہ کرنے سے ہمیں ان کی شخصی عظمت و کردار کا بھی بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔ مکاتیب اقبال میں ان کی عظمت و کردار کی جھلک ان کے مکتوب بنام خان نیاز الدین خان دیکھی جا سکتی ہے جس میں لکھتے ہیں:

"میری طرح امت مرحومہ میں سینکڑوں آدمی گزر گئے جنہوں نے رکاوٹوں کے ہوتے ہوئے کام کیا ہے۔ مجھ سے جہاں تک ہو سکے گا انہیں کی تقلید کروں گا۔"(10)

انفرادی صفات کے علاوہ عظمت و کردار کا ایک شاخسانہ یہ بھی ہے کہ بڑا شخص دوسرے لوگوں کی خوبیوں کا بڑے دل کے ساتھ معترف ہوتا ہے۔ اپنے ایک مکتوب میں تحریر کرتے ہیں:

"مولانا حسین احمد مدنی سے سخت اختلاف کے باوجود میں ان کے احترام میں کسی مسلمان سے پیچھے نہیں ہوں۔"(11)

بزرگوں سے اقبال کو دلی محبت تھی اور ان کے لیے ان کا دل احترام عقیدت کے جذبے سے سرشار تھا۔ اپنے مکاتیب میں انہوں نے بزرگوں کے لیے انتہائی محبت اور مودبانہ القابات و آداب کا استعمال کیا ہے جیسے مولانا سید انور شاہ کے لیے "مخدوم و مکرم اور حضرت قبلہ مولانا" مولانا شبلی نعمانی کے لیے "مخدوم و مکرم، جناب قبلہ مولوی صاحب" اکبر الٰہ آبادی کے لیے "مخدوم و مکرم جناب قبلہ سید صاحب" پیر مہر علی گولڑوی کے لیے "مخدوم و مکرم حضرت قبلہ" سید سلیمان ندوی کے لیے "مخدومی جناب قبلہ مولانا" دیکھا جائے تو اقبال القابات میں تبدیلی تو لاتے ہیں لیکن دل سے ادب و احترام کا دامن کہیں بھی نہیں چھوڑا۔ بزرگوں اور علمائے کرام کو مکتوب لکھتے وقت اقبال نے نہایت احتیاط اور آداب سے کام لیا ہے۔ وہ چاہتے ہیں کہ بزرگ ان کی غلطیوں کی نشاندہی کریں اور ان کی غلطیوں پر علماء ان کی اصلاح بھی کریں۔ انہوں نے اپنے مکاتیب میں بزرگ و علماء کی علمیت اور عظمیت کا ذکر کیا ہے۔ وہ چاہتے تھے کہ علماء ان کی شاعری کے متعلق اپنی عمدہ رائے کا اظہار کریں۔ 1903ء میں مولوی حبیب الرحمٰن خان شیروانی کے نام لکھے گئے اپنے مکتوب میں تحریر کرتے ہیں:

''حقیقت یہ ہے کہ آج مجھے اپنے ٹوٹے پھوٹے اشعار کی داد مل گئی۔آپ کا تہہ دل سے مشکور ہوں۔آپ لوگ نہ ہوں تو واللہ ہم شعر کہنا ترک کر دیں۔ آپ کا خط حفاظت سے صندوق میں بند کر دیا ہے۔ نظر ثانی کے وقت آپ کی تنقیدوں سے فائدہ اٹھاؤں گا۔''(12)

اجتماعی طور پر دیکھا جائے تو مکاتیب اقبال میں القابات میں انتہائی عقیدت، تنوع اور رنگ و شوخی کا حسین امتزاج پایا جاتا ہے۔القابات کے چناؤ کے سلسلہ میں اقبال ہمیشہ مکتوب الیہ کی ذاتی شخصیت، اس کے رتبے اور مقام کے علاوہ اپنے معاملات اور تعلقات کی نوعیت کو بھی اچھی طرح مد نظر رکھتے۔ کئی جگہوں پر کسی ایک ہی شخص کے لیے مختلف اوقات میں مختلف القابات اور آداب کا استعمال کرتے۔اجنبی لوگوں کے لیے انہوں نے اپنے مکاتیب میں جناب من، جناب، مخدومی وغیرہ کی طرح کے سادگی والے القابات کا استعمال کیا ہے۔چند اہم شخصیات کو اقبال ان القابات وآداب سے یاد کرتے ہیں۔ڈاکٹر محمد عبداللہ چغتائی: جناب ماسٹر صاحب، ڈیئر ماسٹر صاحب، ڈیئر ماسٹر عبداللہ، مہاراجہ سر کشن پرشاد شاد: سرکارِ والا، سرکار والا تبار، سرکار والا تبار، تسلیم، سرکار والا تبار، تسلیم مع التعظیم، سرکارِ عالی، سرکار والا تبار! تسلیم مع آداب التعظیم، سرکارِ والا مرتبت! تسلیم والا تبار، تسلیماتِ عرض۔آلِ احمد سرور: جناب من! مولانا اکبر شاہ خان نجیب آبادی، مخدومی، جناب مولانا، مخدومی مولوی صاحب، ڈیئر مولانا۔کچھ ایسے دوست تھے جن کے ساتھ اقبال کے باہمی تعلقات انتہائی قریب تر اور بے تکلفانہ تھے ان کے القابات وآداب میں ویسی ہی بے تکلفی اور تنوع کا عنصر غالب پایا جاتا تھا۔بقول رفیع الدین ہاشمی:

''مولانا گرامی سے جس غایت درجہ کا قلبی تعلق تھا۔ان کے نام خطوں کے القاب بھی اتنے ہی بوقلموں ہیں۔''(13)

مولانا گرامی سے اقبال کے دیرینہ تعلقات تھے۔جب بھی مولانا لاہور تشریف لاتے تو اقبال کے ہاں قیام کرتے۔ گرامی کا شمار اقبال کے مخلص دوستوں میں ہوتا تھا۔اقبال نے اپنے مکاتیب میں ان کے لیے جو القابات وآداب استعمال کیے۔ان میں جناب بابائے گرامی سلمہ، مخدومی جناب مولانا گرامی صاحب، ڈیئر مولانا گرامی مدظلہ العالی، حضرت گرامی، جناب مولانا گرامی اور ڈیئر گرامی ہیں۔

ایسے ہی خواجہ حسن نظامی کے ساتھ بھی اقبال کے مخلصانہ، ہمدردانہ اور دوستانہ روابط تھے۔ان کو بھی اپنے مکاتیب میں اقبال نے محبت بھرے القابات اور آداب سے نوازا۔ جیسے اسرار قدیم سید حسن نظامی، خواجہ صاحب مکرم، مکرمی سید صاحب زاد عمرہ، مکرمی، پیارے نظامی، ڈیئر خواجہ صاحب، پُر اسرار نظامی، مخدومی ومکرم جناب خواجہ صاحب، پیارے نظامی، سرمست کو سلام۔

اقبال کا مزاج ظرافت، ہنسی مزاح اور شگفتگی سے بھی بھرپور تھا۔ جس کی جھلک ان کے بے تکلفانہ تعلقات رکھنے والے دوست احباب کے نام لکھے گئے مکاتیب میں دیکھا جا سکتا ہے۔دوست احباب کی پرائیویٹ محافل اور نجی اندازِ گفتگو میں اقبال انتہائی خوش گفتار ہونے کے ساتھ ساتھ ظرف رکھنے والی شخصیت کے بھی مالک تھے۔قریبی دوستوں خاص طور پر مولانا گرامی کو جو مکاتیب آپ نے لکھے ان میں طبعی شگفتگی اکثر مقامات پر ملتی ہے۔3 ستمبر 1912ء کو گرامی کے نام لکھے گئے مکتوب میں کہتے ہیں:

''آپ کا تخلص گرامی کی جگہ ''نومی'' ہونا چاہیے کیونکہ آپ سوتے بہت ہیں۔معلوم ہوتا ہے کہ راون لنکا کے بادشاہ کی طرح آپ چھ ماہ سوتے ہیں اور چھ ماہ جاگتے ہیں۔حیدر آباد کی شاہی میں تبدیلی ہوئی، وزارت بدل گئی مگر آپ ابھی اونگھ رہے ہیں۔''(14)

اپنے ایسے ہی بے تکلفانہ دوست خان نیاز الدین خان کے نام لکھے گئے مکتوب میں فرماتے ہیں:

"آپ کے کبوتر بہت اچھے ہیں مگر افسوس کہ زمانۂ حال کی مغربی تہذیب سے بہت متاثر معلوم ہوتے ہیں۔ مقصود اس سے یہ ہے کہ بچوں کی پرورش سے بہت بیزار ہیں۔"(15)

اس سے ظاہر ہے کہ اقبال مکتوب الیہ کی دلچسپی کے معاملات کے بارے میں اپنے مکتوب میں ہی تحریر کرتے ہیں۔ کبوتروں کے متعلق اس طرح بے تکلفانہ گفتگو شاید ہی اقبال نے کسی اور مکتوب الیہ کے نام لکھی ہو۔ اس سے یہ بات بھی عیاں ہے کہ اقبال کو کبوتروں سے کتنا زیادہ لگاؤ تھا۔ زندہ دلی اور طنزیہ جھلک ان کے مکاتیب کی نمایاں خصوصیات ہیں۔ ایسے ہی بے تکلفانہ سی رسمی گفتگو اپنے ایک اور قریبی دوست ڈاکٹر محمد عبداللہ چغتائی کے نام لکھے گئے مکتوب میں تحریر کرتے ہیں:

"تمام لاہور میں اس بات کا چرچا ہے کہ ماسٹر عبداللہ اعلانِ آزادی کے خوف سے کہیں بھاگ گئے ہیں۔ کیا یہ واقعی درست ہے؟"(16)

مکاتیب اقبال میں کئی مسائل جیسے تاریخی، معاشرتی، علمی، فلسفیانہ اور معاشی نہ مسائل کا ذکر ملتا ہے۔ اپنے مکتوب الیہ کے ساتھ اقبال نے نہ صرف قرآن و حدیث روحانیت، فقہ، دین و شریعت اور تصوف جیسے اہم معاملات پر تبصرہ کیا ہے بلکہ مختلف تحاریک و نظریات، ان کی اہمیت، ان کو درپیش مسائل اور ان کے اصول و ضوابط پر اپنے ردعمل کے ساتھ ساتھ ان پر اپنی رائے کا بھی کھل کر اظہار کیا ہے۔ ان تمام مباحث میں اقبال نے بڑی علمی، منطقی، ٹھوس اور استدلال کے ساتھ شواہد بھی پیش کیے ہیں۔ بہت سارے مکاتیب میں آپ نے اپنے تصورات اور نظریات پر بحث کی ہے جیسے، تصورِ شاہین، نظریہ خودی، نظریہ بے خودی، اجتہاد، مذہب، فلسفہ اور تصوف وغیرہ۔ بقول رفیع الدین ہاشمی:

"اس طرح مکاتیب اقبال کے اس قول کی روشنی میں کہ "شاعر کے لٹریری اور پرائیویٹ خطوط اس کے کلام پر روشنی ڈالتے ہیں۔" شعرِ اقبال کی تشریح و تفسیر بھی بن گئے ہیں۔"(17)

تصورات و نظریات کے پہلوؤں کے دوران یا کبھی کبھار اس کے علاوہ بعض علیحدہ مقامات پر اقبال نے کئی ایسے عارفانہ، فلسفیانہ اور حکیمانہ معارف و نکات کا تذکرہ کیا ہے جو بظاہر طور پر مختصر محسوس ہوتے ہیں لیکن معنویت اور جامعیت کے اعتبار سے دیکھا جائے تو بڑی اہمیت کے حامل ہیں۔ لہٰذا مکاتیب اقبال ایک فلسفی، دانشور اور مفکر عظیم کے بلند و بالا اقوال کے جیسی اہمیت رکھتے ہیں۔ اس ضمن میں اقبال لکھتے ہیں:

"کاغذ کے نقوش بے جان سے الفاظ کی آواز زیادہ موثر ہوتی ہے۔ کاغذ جذباتِ انسانی کی حرارت کا کب متحمل ہوتا ہے اور کئی امور ایسے بھی ہوتے ہیں جن کا ضبطِ تحریر میں لانا مناسب نہیں ہوتا۔"(18)

مکاتیب اقبال علامہ اقبال کی تصانیف کا مکمل احاطہ کرتے ہیں۔ مداحین اقبال اور ان کی شاعری سے دلچسپی رکھنے والے اشخاص جب آپ کے تمام مجموعہ ہائے کلام کے متعلق پوچھتے یا کسی نظم یا غزل یا شعر کی مکمل وضاحت و تشریح جاننا چاہتے ہیں تو ان کے سوالات و استفسارات کے جواب میں اقبال نے مختلف مقامات پر اپنے مکاتیب میں اپنے منظومات و اشعار کی وضاحت سیاق و سباق کے ساتھ کھل کر پیش کی ہے۔ ان مکاتیب میں اقبال نے اپنے شعری کلام کے تکمیل مراحل، ترتیب و تدوین، اشاعت و طباعت بلکہ ان مجموعوں کی جلد بندی کے متعلق بھی وضاحتیں بیان کی ہیں۔ جن کی بنیاد پر اقبال کی تصانیف کی مکمل تفصیلات تاریخ کے ساتھ اس کے درست پس منظر میں بھی ترتیب دی جا سکتی ہیں۔

مکاتیبِ اقبال کا تفصیل سے مطالعہ کیا جائے تو اقبال کے مستقبل میں زیرِ غور ان تصنیفی اہداف کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے جس کے مطابق وہ فقہ، تصوف، قیاس، اجتماع، اجتہاد قرآن وسنت وغیرہ جیسے اہم موضوعات پر تصانیف تحریر کرنے کا ارادہ رکھتے تھے:

اسلامی فقہ کی تاریخ

اسلامی تصوف کی تاریخ

تاریخ ادب اردو

حیات مستقبلہ اسلامیہ

رامائن (اردو میں)

قصوص الحکم پر تنقید

مقدمۃ القرآن

قلب ودماغ کی سرگزشت

The book of forgotten Prophet

لہٰذا مکاتیب اقبال، اقبال کے آئندہ یا مجوزہ مضامین کے متعلق خصوصی معلومات مہیا کرتے ہیں۔ اپنے بلند پایہ شعری وصف کی بنا پر اقبال نے شعر وادب کی دنیا میں منفرد مقام پایا ہے۔ بہت سے نوآموز شعرا کرام آپ کو اپنی شاعری کے نمونے اصلاح کے لیے بھیجا کرتے تھے۔ اقبال شاگرد رکھنے کے بارے میں احتیاط سے ہی کام لیتے تھے۔ بلکہ شاگرد رکھنے سے گریز ہی کیا البتہ شعرا کی اصلاح کرنے میں کبھی گریز نہیں کیا جس نے بھی اصلاح مانگی اسے ہمیشہ اچھی اصلاح سے آگاہ کیا۔ ایسی اصلاحِ شعر کی کئی مثالیں مکاتیب اقبال میں پائی جاتی ہیں۔ بقول رفیع الدین ہاشمی:

"مکاتیب اقبال، ان کے شعور، تحقیق وتنقید اور شعر وادبی نقطۂ نظر کی وضاحت کرتے ہیں بلکہ اس سے ان کے متبحر علمی اور وسعت مطالعہ کا بھی پتہ چلتا ہے۔"(19)

اقبال کبھی تحقیقی الفاظ کی کھوج میں لگے رہتے اور کبھی کسی حوالے کو ڈھونڈنے میں کوشاں رہتے۔ مکاتیب کے ذریعے اپنے ہم عصر اشخاص سے علمی وادبی، سیاسی وسماجی اور شعری معاملات پر گفتگو ہوتی رہتی تھی۔ کئی مکاتیب کے جوابات میں اپنی شاعری وادبی نقطۂ نظر سے اقبال نے وضاحتیں پیش کی ہیں۔

اقبال کے مکاتیب میں شخصیت کے اعتبار سے دیکھا جائے تو نثری رنگ وآہنگ کا امتزاج مختلف جگہوں پر مختلف ہے۔ وہ مکاتیب جن میں فلسفہ وفکر اور نظریاتی مسائل جیسے عنوانات پر گفتگو کی گئی ہے۔ ان میں سنجیدگی کا عنصر نمایاں ہے اور نثری اسلوبِ بیان عام طور پر مضبوط اور جاندار ہے۔ ان مکاتیب میں جذبے وانجذاب کی نوعیت پائی جاتی ہے اور حقائق معارفِ علمیہ سے مزین ہونے کے باوجود بھی بے کیفی اور خشک کیفیت نہیں پائی جاتی۔ اسی بات کی بنا پر اقبال کی ایسی تحریروں میں متاثر کرنے کی صلاحیت پائی جاتی ہے۔ بقول ڈاکٹر سید عبداللہ:

"اگر شبلی نے حکیمانہ نثر کی آن قائم رکھی ہے تو اقبال نے حکیمانہ نثر کا وزن بڑھایا اور اس کا رتبہ اونچا کیا۔"(20)

علامہ محمد اقبال نے اپنی تحریروں میں عرب کا ذکر جابجا ملتا ہے۔اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ وہ خود کہتے ہیں کہ میری تہذیب روح عربی ہے اور میری تحریروں میں تہذیب کا انعکاس ناگزیر ہے۔اس ضمن میں ڈاکٹر سید عبداللہ رقم طراز ہیں:

''نثر کی علمی تحریروں میں بھی انہوں نے عرب کو نظر انداز نہیں کیا۔''(21)

شاعری کے علاوہ اقبال کی دیگر تحریروں کی عبارتوں میں نہ صرف وزن پایا جاتا ہے بلکہ رعب و دبدبہ کی خاصیت بھی نمایاں طور پر ملتی ہے۔خیالات کی جولانی بھی موجود ہے اور خیالات و نظریات کی برجستگی بھی۔کئی کئی مقامات پر شاعری اور نثر ہمجولی کی طرح لگتے ہیں۔اقبال نے نثر کو جذباتی انداز میں پیش نہیں کیا بلکہ انہوں نے حقیقی اور علمی طور پر اس بات کا اظہار کیا ہے کہ فنِ نثر میں صرف جذباتی انداز نہیں اپنایا جاتا۔اس کو تو عقل و شعور کی گرہ لگا کر آگے رواں دواں ہونا پڑتا ہے اور یہی بات اس کو فن کی گہرائیوں تک لے جاتی ہے کیونکہ اسی انداز میں یہ اپنا رکھ رکھاؤ قائم رکھتی ہے۔ایک جرأت رندانہ اور لغزشِ مستانہ کے ساتھ ساتھ حکیمانہ طرزِ سنجیدگی کی نمایاں خصوصیات بھی اپنے اندر سمو لیتی ہے۔بالکل ایسے ہی علامہ محمد اقبال نہ صرف شاعر، محقق و نقاد، فلسفی، ماہر تعلیم، عالمِ دین، مفکر اور ایک سیاسی شخصیت کے مالک تھے بلکہ وہ وسیع المطالعہ شخص بھی تھے۔دورِ قدیم سے دورِ حاضر تک کے زیادہ تر فلاسفر ان کے مطالعہ کا حصہ تھے۔علومِ دینی و مذہبی کے لوگوں کو بھی انہوں نے بغور پڑھا تھا۔شعر و ادب سے تعلق رکھنے والے نقادوں کے ساتھ ساتھ محققین کی تحریریں بھی ان کے وسیع مطالعہ کی زینت بنی رہی تھیں۔لیکن ان میں سے کسی کے تھوڑے اور کسی کے زیادہ اثرات اقبال کے ہاں پائے جاتے ہیں مگر اس کے باوجود بھی اقبال نے ان میں کسی کے نظریات و خیالات یا اندازِ تحریر کے اثر کو نمایاں طور پر قبول نہیں کیا۔بقول ڈاکٹر عبادت بریلوی:

''البتہ ان سب کی تحریروں کے مفکرانہ انداز، فلسفیانہ تحلیل اور منطقی اظہار کے اثرات مجموعی طور پر ان کے ہاں ضرور ملتے ہیں اور وہ جو ایک گہرائی اور پختگی، باقاعدگی اور استواری ان کے اسلوب نثر میں نمایاں ہے وہ انہیں مفکر دل، فلسفیوں، مورخوں، سائنس دانوں، ادیبوں اور نقادوں کے اثرات کا نتیجہ ہے۔''(22)

مکاتیبِ اقبال میں بے شک بعض جگہوں پر اقبال نے قواعد کے طریقہ کار اور اصولوں کو سختی سے مدِ نظر نہیں رکھا یا کبھی ان سے چند حروف یا الفاظ چھوٹ جاتے ہیں لیکن یہ اتنی معمولی اور کم اغلاط ہیں کہ ان کو باآسانی نظر انداز کیا جا سکتا ہے لہٰذا ان غلطیوں کو اقبال کے اندازِ بیان سے منسوب نہیں کیا جا سکتا بلکہ مکتوب کی برجستگی عجلت اور مکتوب پر نظرِ ثانی نہ کرنے کی وجہ کہا جا سکتا ہے۔اقبال کے مکاتیب میں سلاست اور سادگی ان کے اسلوب تحریر کا نتیجہ ہے۔وہ طوالت والے فقروں کو ناپسند کرتے ہیں۔مختصر مختصر فقرے ان کی اختصار پسندی کی بدولت ان کی عاجزانہ طبیعت سے موافقت رکھتے ہیں۔جس سے اندازِ بیان میں نہ صرف سادگی کا رنگ نمایاں ہوتا ہے بلکہ اس سے اثر آفرینی کا گراف بھی اوپر چلا جاتا ہے۔لسان العصر اکبر الٰہ آبادی کے نام 25 اکتوبر 1915ء کو لکھے گئے مکتوب میں تحریر کرتے ہیں:

''اب اسلامی جماعت کا محض خدا پر بھروسہ ہے میں بھلا کیا کر سکتا ہوں۔صرف ایک بے چین اور مضطرب جان رکھتا ہوں۔قوت عمل مفقود ہے۔ہاں یہ آرزو رہی کہ کوئی قابل نوجوان جو ذوقِ خداداد کے ساتھ قوتِ عمل بھی رکھتا ہو، مل جائے جس کے دل میں اپنا اضطراب منتقل کر دوں۔''(23)

مندرجہ بالا مباحث سے یہ واضح ہے کہ اقبال کی تحریروں میں سادگی ان کی نثر کا بنیادی جز ہے چاہے مکتوب کی نوعیت کچھ بھی ہو۔ان کے مکاتیب میں الجھاؤ، پیچیدگی اور اغلاق کا عنصر نہیں ملتا۔اندازِ اسلوب کو دیکھا جائے تو اقبال کے مکاتیب کی یہ خوبی ہے کہ مختلف نیرنگی تحریروں کے باوجود بھی ان میں

سادگی اور اثر پذیری کا تسلسل قائم و دائم ہے۔ اسی وجہ سے شعر و ادب کی طرح اقبال کے مکاتیب بھی دلآویزی، لطف و سرور اور فلسفہ و حکمت سے لبریز ہیں۔ ان کے مکاتیب سے نہ صرف ان کی شخصیت، سیرت، فکر و فن اور فلسفہ کو پرکھا جا سکتا ہے بلکہ ان کی زندگی کے ہر رنگ کی جھلک ان میں دیکھی جا سکتی ہے اور ان کی نظریاتی سوچ کا بھی مطالعہ کیا جا سکتا ہے۔

حوالہ جات

-1 رفیع الدین ہاشمی، خطوطِ اقبال (لاہور: مکتبہ خیابان ادب، 1976ء)، ص34

2۔ غلام بھیک نیرنگ، اقبال کے بعض حالات، مجلہ اقبال، 1957ء، ص5

3۔ عبدالقادر، شیخ، ادبی دنیا، رسالہ، اقبال نمبر، 1967ء، ص43

4۔ محمد اقبال, علامہ, اقبال نامہ, حصہ دوم, مرتبہ: شیخ عطاءاللہ, لاہور, شیخ محمد اشرف تاجر کتب, 1951, ص38

5۔ ایضاً، ص:239

6۔ محمد اقبال, علامہ, اقبال نامہ, حصہ اول, مرتبہ: شیخ عطاءاللہ, لاہور, شیخ محمد اشرف تاجر کتب, 1945, ص520

7۔ اعجاز احمد، شیخ، مظلوم اقبال (کراچی: شیخ شوکت علی پرنٹرز، 1985ء)، ص234

8۔ محمد اقبال، علامہ، خطوط اقبال بنام عطیہ فیضی، مرتب: ڈاکٹر منظر عباس نقوی (علی گڑھ: علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، 1974ء)، ص20

9۔ محمد اقبال، بانگ درا، لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، 1977ء)، ص60

10۔ محمد اقبال، علامہ، مکاتیب اقبال بنام خان محمد نیاز الدین خان، مرتبہ: پروفیسر محمد منور مرزا (لاہور: اقبال اکادمی پاکستان، 1986ء) ص209

11۔ محمد اقبال، علامہ، انوارِ اقبال، مرتبہ: بشیر احمد ڈار (لاہور: اقبال اکادمی پاکستان، 1977ء) ص134

12۔ محمد اقبال، علامہ، اقبال نامہ، حصہ دوم، مرتبہ: شیخ عطاءاللہ، ص20

13۔ رفیع الدین ہاشمی، خطوطِ اقبال، ص55

14۔ محمد اقبال، علامہ، مکاتیب اقبال بنام گرامی، مرتبہ: محمد عبداللہ قریشی (لاہور: اقبال اکادمی پاکستان، 1981ء) ص96

15۔ محمد اقبال، علامہ، مکاتیب اقبال بنام خان محمد نیاز الدین خان، مرتبہ: پروفیسر محمد منور مرزا، ص12

16۔ محمد اقبال، علامہ، اقبال نامہ، حصہ دوم، مرتبہ: شیخ عطاءاللہ، ص350

17۔ رفیع الدین ہاشمی، خطوطِ اقبال، ص57

18۔ محمد اقبال، علامہ، اقبال نامہ، حصہ دوم، مرتبہ: شیخ عطاءاللہ، ص142

19۔ رفیع الدین ہاشمی، خطوطِ اقبال، ص60

20۔ عبداللہ، سید، ڈاکٹر، دیباچہ: مقالاتِ اقبال، جسارت (لاہور: القمر انٹرپرائزز، 2011ء)، ص15

21۔ ایضاً، ص15

22۔ عبادت بریلوی، ڈاکٹر، اقبال کی اردو نثر (علی گڑھ: مکتبہ الفاظ مسلم یونیورسٹی، 1983ء)، ص176

23۔ محمد اقبال، علامہ، اقبال نامہ، حصہ دوم، مرتبہ: شیخ عطاءاللہ، ص49

References

Allama Muhammad Iqbal, *Anwar-e-Iqbal*, ed. Bashir Ahmad Dar (Lahore: Iqbal Academy Pakistan, 1977), p. 134.

Allama Muhammad Iqbal, *Iqbal Nama*, Part I, ed. Sheikh Attaullah, p. 205

Allama Muhammad Iqbal, *Iqbal Nama*, Part II, ed. Sheikh Attaullah, p. 38

Allama Muhammad Iqbal, *Iqbal Nama*, Part II, ed. Sheikh Attaullah, p. 20.

Allama Muhammad Iqbal, *Iqbal Nama*, Part II, ed. Sheikh Attaullah, p. 350.

Allama Muhammad Iqbal, *Iqbal Nama*, Part II, ed. Sheikh Attaullah, p. 142.

Allama Muhammad Iqbal, *Iqbal Nama*, Part II, ed. Sheikh Attaullah, p. 49.

Allama Muhammad Iqbal, *Khutoot-e-Iqbal ba-naam Atiya Faizi*, ed. Dr. Manzar Abbas Naqvi (Aligarh: Aligarh Muslim University, 1974), p. 20

Allama Muhammad Iqbal, *Makateeb-e-Iqbal ba-naam Khan Muhammad Niaz-ud-Din Khan*, ed. Professor Muhammad Munawwar Mirza (Lahore: Iqbal Academy Pakistan, 1986), p. 209

Allama Muhammad Iqbal, *Makateeb-e-Iqbal ba-naam-e-Girami* [Iqbal's Letters to Girami], ed. Muhammad Abdullah Qureshi (Lahore: Iqbal Academy Pakistan, 1981), p. 96.

Allama Muhammad Iqbal, *Makateeb-e-Iqbal ba-naam-e-Khan Muhammad Niaz-ud-Din Khan* [Iqbal's Letters to Khan Muhammad Niaz-ud-Din Khan], ed. Professor Muhammad Munawwar Mirza, p. 12.

Dr. Ibadat Barelvi, *Iqbal ki Urdu Nasr* (Aligarh: Maktaba-e-Alfaaz, Muslim University, 1983), p. 176.

Dr. Syed Abdullah, Preface to *Maqalat-e-Iqbal* [Essays of Iqbal], *Jasarat* (Lahore: Al-Qamar Enterprises, 2011), p. 15.

Ghulam Bhik Nairang, "Iqbal ke Ba'az Haalaat," *Majalla-e-Iqbal*, 1957, p. 5

Ibid., p. 15.

Ibid., p. 239

Muhammad Iqbal, *Baang-e-Dara* (Lahore: Sheikh Ghulam Ali & Sons, 1977), p. 60

Rafi-ud-Din Hashmi, *Khutoot-e-Iqbal* (Lahore: Maktaba-e-Khiyaban-e-Adab, 1976), p. 34

Rafi-ud-Din Hashmi, *Khutoot-e-Iqbal* [Letters of Iqbal], p. 55.

Rafi-ud-Din Hashmi, *Khutoot-e-Iqbal*, p. 57.

Rafi-ud-Din Hashmi, *Khutoot-e-Iqbal*, p. 60.

Sheikh Abdul Qadir, *Adabi Dunya* (Journal), "Iqbal Number," 1967, p. 43

Sheikh Ijaz Ahmad, *Mazloom-e-Iqbal* (Karachi: Sheikh Shaukat Ali Printers, 1985), p. 234